Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.3
ISSN No. 2456-1665

کلامِ نظیر اکبر آبادی میں تصورِ نسواں

The Concept of Women in the Poetry of Nazir Akbarabadi

By

Dr. Ansari Masood Akhtar Jamal Ahmed

Asst. Professor & Head Dept. of Urdu

MSS's Ankushrao Tope College, Jalna (M.S.)

مقالہ نگار :ڈاکٹر انصاری مسعود اختر جمال احمد

اسسٹنٹ پروفیسر و صدر شعبۂ اُردو

انکوش راؤٹوپے کالج، جالنہ (مہاراشٹر)

Abstract:

The article offers a brief study Nazir Akbarabadi is called a public poet and the reason for this is that in his poetry there are common, simple themes like Eid, Shab-e-Barat, Holi, Diwali, rainy season, poverty, poverty, pigeon flying, squirrel's baby, Rakhi and city chaos. And the daily routines are clearly visible. In his words, the description of the daily scenes is seen to be played with great sincerity and truth. In the words of Majnu Gorakhpuri, Nazir was the first poet whom I found standing on the ground, talking about earthly things and realizing that poetry is also related to the surface of the earth.

While Nazir Akbarabadi adopted the general themes of life, he is also seen talking about women. Most of the popular topics related to women are mentioned in his poems 'Ishq', 'Separation', 'Majbori', 'Dilbari', 'Wesal aur Faraq', 'Deedbazi', 'Razdari e Mahbub', Lutf-i-Shabab', 'Old Age Love', 'Pairy's Curse' and 'Khavab-e-Ishrat' have all come to fruition.

Nazir's quality is that he takes special care of the delicate emotions and feelings related to women and does not allow them to become a burden on him and his readers, but moves forward removing the sexual and mental obstacles with great tenderness and affection. They also consider the problems of sensitive sex, movements and emotions as special problems of life, that's why they also describe the feelings of a woman or a woman on the injury of a sting in simple words. This is a reflection of his pure feelings about women.

Nazir's poetry has such innocent honesty and such truth in the style of expression which is a new experience and analysis for the reader. An experience that cannot be left without being entertained and impressed.

Keywords: Nazir Akbarabadi, public poet, Eid, Shab-e-Barat, Holi, Diwali, rainy season, poverty, poverty, pigeon flying, squirrel's baby, Rakhi and city، poems 'Ishq', 'Separation', 'Majbori', 'Dilbari', 'Wesal aur Faraq', 'Deedbazi', 'Razdari e Mahbub', Lutf-i-Shabab', 'Old Age Love', 'Pairy's Curse' and 'Khavab-e-Ishrat'-

نظیر کا اصل نام ولی محمد تھا۔ والد محمد فاروق عظیم آباد کی سرکار میں ملازم تھے۔ نظیر کی ولادت دہلی میں ہوئی جہاں سے وہ اچھی خاصی عمر میں اکبر آباد (آگرہ) منتقل ہوئے، اسی لئے کچھ نقّاد ان کے دہلوی ہونے پر اصرار کرتے ہیں۔ تقریباً انیسویں صدی کے آخر تک تذکرہ نویسوں اور نقّادوں نے نظیر کی طرف سے ایسی بے اعتنائی برتی کہ ان کی زندگی کے حالات پر پردے پڑے رہے۔ آخر 1896ء میں پروفیسر عبد الغفور شہباز نے "زندگانی بے نظیر" مرتب کی جسے نظیر کی زندگی کے حوالہ سے حرف آخر قرار دیا گیا ہے حالانکہ خود پروفیسر شہباز نے اعتراف کیا ہے کہ ان کی تحقیق میں خیال آرائی کی آمیزش ہے۔ یقینی بات یہ ہے کہ اٹھارویں صدی میں دہلی انتشار اور بربادی سے عبارت تھی۔ مقامی اور اندرونی خلفشار کے علاوہ 1739 میں نادر شاہی سیلابِ بلا آیا پھر 1748، 1751 اور 1756ء میں احمد شاہ ابدالی نے پے درپے حملے کئے۔ ان حالات میں نظیر نے بھی بہت سے دوسروں کی طرح، دہلی چھوڑ کر اکبر آباد کی راہ لی، جہاں ان کے نانا نواب سلطان خاں قلعدار رہتے تھے۔ اس وقت ان کی عمر 22-23 سال بتائی جاتی ہے۔ نظیر کے دہلی کے قیام کے متعلق کوئی تفصیل تذکروں یا خود ان کے کلام میں نہیں ملتی۔ نظیر نے کتنی تعلیم حاصل کی اور کہاں یہ بھی معلوم نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے فارسی کی سبھی متداول کتابیں پڑھی تھیں اور فارسی کی اہم تصانیف ان کے زیر مطالعہ رہی تھیں۔ لیکن عربی نہ جاننے کا اعتراف نظیر نے خود کیا ہے۔ نظیر کئی زبانیں جانتے تھے لیکن ان کو زبان کی بجائے بولیاں کہنا زیادہ

مناسب ہو گا۔ جن کا اثر ان کی شاعری میں نمایاں ہے۔ آگرہ میں نظیر کا پیشہ بچّوں کو پڑھانا تھا۔اس زمانہ کے مکتبوں اور مدرسوں کی طرح ان کا بھی ایک مکتب تھا، جو شہر کے مختلف مقامات پر رہا۔ لیکن سب سے زیادہ شہرت اس مکتب کو ملی جہاں وہ دوسرے بچوں کے علاوہ آگرہ کے ایک تاجر لالہ بلاس رائے کے کئی بیٹوں کو فارسی پڑھاتے تھے۔ نظیر اس معلمی میں قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ بھرت پور، حیدرآباد اور اودھ کے شاہی درباروں نے سفر خرچ بھیج کر ان کو بلانا چاہا لیکن انھوں نے آگرہ چھوڑ کر کہیں جانے سے انکار کر دیا۔ نظیر کے متعلق جس نے بھی کچھ لکھا ہے اس نے ان کے اخلاق وعادات، سادگی، حلم اور فروتنی کا تذکرہ بہت اچھے الفاظ میں کیا ہے۔ دربارداری اور وظیفہ خواری کے اس دور میں اس سے بچنا ایک مخصوص کردار کا پتہ دیتا ہے۔ کچھ لوگوں نے نظیر کو قریشی اور کچھ نے سید کہا ہے۔ ان کا مذہب امامیہ معلوم ہوتا ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ صوفی مشرب اور صلح کل انسان تھے اور کبھی کبھی زندگی کو وحدت الوجودی زاویہ سے دیکھتے نظر آتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ انھوں نے جس خلوص اور جوش کے ساتھ ہندو مذہب کے بعض موضوعات پر جیسی نظمیں لکھی ہیں ویسی خود ہندو شاعر بھی نہیں لکھ سکے۔ پتہ نہیں چلتا کی انہوں نے اپنے دہلی کے قیام میں کس طرح کی شاعری کی یا کس کو استاد بنایا۔ ان کی بعض غزلوں میں میر و مرزا کے دور کا رنگ جھلکتا ہے۔ دہلی کے بعض شاعروں کی غزلوں کی تضمین ان کی ابتدائی شاعری کی یادگار ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کا کوئی واضح اشارہ نہیں ملتا کہ ان کی دہلی کی شاعری کا کیا رنگ تھا۔ انہوں نے زیادہ تر مختلف موضوعات پر نظمیں لکھیں اور وہ ان ہی کے لئے جانے جاتے ہیں۔

نظیر آکبر آبادی کو عوامی شاعر کہا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کی شاعری میں عید، شب برات، ہولی، دیوالی، برسات، مفلسی، غربت، کبوتر بازی، گلہری کا بچہ، راکھی اور شہر آشوب جیسے عام، سادہ اور روزمرہ کے معمولات واضح دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے کلام میں روزمرہ کے مناظر کا بیان نہات خلوص اور سچائی کے ساتھ ادا کیا نظر آتا ہے۔ مجنوں گورکھپوری کے الفاظ ہیں کہ نظیرؔ پہلے شاعر تھے جن کو میں نے زمین پر کھڑے ہو کر زمین کی چیزوں کے متعلق بات چیت کرتے ہوئے پایا اور یہ محسوس کیا کہ شاعری کا تعلق روئے زمین سے بھی ہے۔

نظیر اکبر آبادی نے جہاں زندگی کے عمومی موضوعات کو اپنایا وہیں وہ عورت کی بات کرتے ہوئے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کے ہاں عورت سے متعلق بیشتر مروج موضوعات کا ذکر ہے جو ان کی نظموں 'عشق'، 'جدائی'، 'مجبوری'، 'دلبری'، 'وصل اور فراق'، 'دیدبازی'، 'رازداری ئ محبوب'، 'لطفِ شباب'، 'بڑھاپے کا عشق'، 'پری کا سراپا' اور 'خوبِ عشرت' میں تمام ترکیفیات کے ساتھ رقم ہوئے ہیں۔ اس موضوع پر لکھتے ہوئے نظیر نے انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے۔ عبدالمومن الفاروقی 'کلیاتِ نظیر' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

> اس کے دل ودماغ کی صفائی اور اس کی تحریر کی لطافت اس درجے کی ہے کہ جب وہ کوئی فحش خیال بھی پیدا کرتا ہے (جب کہ یہ اس تصویر کی صحت، خط وخال اور تکمیل کے لیے ضروری ہوتی ہے) تو فحش پر اس لطافت کیس اتھ پردہ ڈال دیتا ہے کہ وہ ہمیشہ خود ہندوستانیوں کو بھی صاف نظر نہیں آتا۔

گو نظیرؔ اکبر آبادی کی رومانی اور عشقیہ شاعری میں بہت سے لوگوں کو ہلکا پن نظر آتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اُن پر فحش نگار اور عامیانہ و سوقیانہ مزاج کا لیبل لگا دیا جائے۔ اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو نظیرؔ پر یہ الزام قطعاً صادق نہیں آتا کہ انہوں نے فحش نگاری کا پرچار کیا اور ان کی عشقیہ شاعری ہلکی اور عامیانہ ہے بلکہ انہوں نے عوام کی حساسیت اور محسوساتِ ذہنی و قلبی یہ باور کرنے پر مجبور کیا ہے کہ صنفِ نازک جیسا اہم موضوع بھی اُن سے پرے نہیں ہے۔ اُن کے باقی موضوعات کی طرح عورت اور عشقِ مجازی کا موضوع بھی انتہائی اہم اور متاثر کن جذبات کا عکاس ہے۔

نظیر اکبر آبادی کے یہاں جنسی اور ذہنی رکاوٹیں مفقود ہیں۔ وہ انتہائی لطیف اور جاذب پیرائے میں عورت کے سراپے اور عورت و مرد کے تعلق، عورت کے جذباتِ قلبی، عورت کی نازک خیالی اور عورت کے حُسن وجمال کو خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں کہ قاری پر کہیں بھی کثافت نہیں اُترتی۔ وہ اپنے خیالات، محسوسات، جذبات اور مُدعا کو الفاظ کی شستگی اور پاکیزگی کی نازک خیالی کے ساتھ تحریر کرتے ہوئے بغیر کسی ہیجان کے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اس معاملے میں اُن کی نظم 'خوبِ عشرت' اور 'پری کا سراپا' کو بطور مثال دیکھا جاسکتا ہے۔

نظم 'پری کا سراپا' میں نظیر نے ایک عورت کے حسن کی پاکیزگی، اُس کا سراپا، اس کا سنگھار، جسمانی واندرونی کیفیات اور بدن کا اُتار چڑھاؤ نہایت عمدگی کے ساتھ تشبیہوں اور استعاروں کی مدد سے بہترین پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

خوں ریز کرشمہ، ناز و ستم، غمزوں کی جھکاوٹ ویسی ہی

مژگاں کی سناں، نظروں کی انی، ابروں کی کھچاوٹ ویسی ہی

قتّال نگہ اور ڈشٹ غضب، آنکھوں کی لگاوٹ ویسی ہی

پلکوں کی جھپک، پُتلی کی پھرت، سرمے کی لگاوٹ ویسی ہی

عیار نظر، مکار ادا، تیوری کی چڑھاوٹ ویسی ہی

نظیر کی یہ خوبی ہے کہ وہ عورت سے متعلق نازک جذبات و محسوسات کا خاص خیال رکھتے ہیں اور اُسے اپنے اور اپنے قارئین پر بوجھ نہیں بننے دیتے بلکہ انتہائی نرمی اور دل بستگی کے ساتھ جنسی اور ذہن رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ وہ صنفِ نازک کی نازک ادا، حرکات و سکنات کے مسائل کو بھی زندگی کے مسائلِ خصوصی میں شمار کرتے ہیں اسی لئے وہ عورت یا عورت کے جذبات کی عکاسی بھی ڈنکے کی چوٹ پر آسان لفظوں میں صاف بیان کرتے ہیں۔ یہی بات عورت سے متعلق ان کی پاکیزگی ئ جذبات کی عکاس ہے۔

نظیر کی شاعری میں ایسی معصومانہ صداقت اور اندازِ بیاں میں ایسی سچائی ہے جو قاری کے لیے نیا تجربہ و تجزیہ ہے۔ ایسا تجربہ جس سے محظوظ و متاثر ہوئے بغیر نہ رہا جاسکے۔

اک شور قیامت ساتھ چلے، نکلے کافر جس بن ٹھن

بلدار کمر، رفتار غضب، دل کی قاتل، جی کی دشمن

مذکور کروں اب کیا یارو! اس شوخ کے کیا کیا چنچل پن

کچھ ہاتھ ہلیں، کچھ پاؤں ہلیں، پھڑکے بازو، تھرکے سب تن

نظیر کے ہاں شوخی اور جان دار سچے حسن کی لگاوٹ نے مضامین کی تپش کو ایسا پوشیدہ کیا کہ بازاری و بھونڈا پن بالکل نظر نہیں آتا۔ انہوں نے لفظوں کی نئی ترکیبوں اور نئے مرکبات و معنی کو استعمال کرنے کی جو سعی کی ہے وہ بہت قابلِ قدر ہے۔ کلیاتِ نظیر کے مقدمے میں عبد المومن فاروقی لکھتے ہیں:

بعض مضامین شدت سے فحش ہیں۔ مگر شوخی اور جان دار نقاشی کے لیے ایک جزو ضروری ہے، اس طرح کے کلام میں ملی ہوئی ہے کہ فحش بالکل نظر نہیں آتا۔ سر سے پا تک ظرافت اور لطافت چھائی ہوئی ہے اور بڑی دل موہ رہی ہے۔

نظیر اکبر آبادی عشق اور عشق کی وارداتِ قلبی کی کیفیتوں کو کم کر سکتے تھے مگر حُسن و عشق کا بیان اُن کے ہاں کم ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ صنف نازک سے متعلق اُن کے ہاں کھلی سادگی اور بے تکلفی تو ہے جو بعض جگہوں پر یقیناً حیرت و کیفیت کا سماں لئے ہوئے ہے لیکن ہر جگہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

نظیر اکبر آبادی کی شاعری کی مقصدیت (عام آدمی اور عام وسادہ موضوعات کو معاشرے میں تصویر بنے ہوئے ہیں) وہی ہو سکتے ہیں۔ جن کی وہ اپنی شاعری میں تشہیر و تبلیغ کرتے نظر آتے ہیں۔ عورت اور عورت سے متعلق نظیر کچھ اسی طرح کے جذبات اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ انہوں نے عام عورت اور اُس کی معاشی و معاشرتی زندگی کی تصویر کشی اپنی شاعری میں کی ہے۔ آج کے دور میں عورت سے متعلق اُن کی شاعری پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ کئی سو سال پہلے بھی عورت کی حالت اُسی طرح تھی جس طرح کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں ہے فرق صرف نت نئی پریشانیوں اور الجھنوں کا ہے۔ صنف نازک اُس دور میں جس طرح کی پستیوں، ذلتوں اور ظلمتوں کا شکار تھی وہ نظیر کی شاعری سے صاف عیاں ہے۔

نظیرؔ نے جہاں اپنی شاعری میں مقامی تمدن وثقافت کو بیان کیا وہیں وہ تمدن وثقافت سے متعلق موضوعات میں عورت کو نظر انداز نہیں کرتے۔ نظیرؔ کے ہاں جب بھی میلوں ٹھیلوں، عید، ہولی، برات، شب برات اور تہواروں کا ذکر آتا ہے عورت ہر جا اُن کی توجہ کا مرکز و محور رہی ہے کیوں کہ کوئی بھی تہوار عورت کی شرکت اور اس کی موجودگی کے بغیر نامکمل نظر آتا ہے۔ چاہے وہ عید کا تہوار ہو یا ہولی کا، شادی کی برات کا ہو یا شب برات کا، عورت ان تہواروں کے لیے لازمی عنصر ہے۔ اُن کی موجودگی کے بغیر یہ تہوار ادھورے دکھائی دیتے ہیں۔ کوئی بھی تہوار ہو عورت کی موجودگی لازم ہے۔ پس نظیرؔ نے بھی اپنی شاعری میں عوامی تہواروں پر روشنی ڈالتے ہوئے عورت سے صَرفِ نظر نہیں کیا۔ وہ عورت کو محض آرائش کی چیز نہیں سمجھتے اور نہ محض حسن کا ایک مجسمہ، بلکہ عوامی زندگی کا ایک حصہ گردانتے ہیں۔ ان کے ہاں عورت اور اس کے متعلقات کی جتنی بھی تصویریں ہیں ان کے پس منظر میں مقامی معاشرتی زندگی کا حوالہ بنیادی ہے۔

نظیرؔ کے عہد میں عورت غزل کا محبوب موضوع بنی رہی اور اس عہد کے شاعروں نے اسے محض عشق وعاشقی کی ترنگوں کے لیے ہی پیش نظر رکھا ہے۔ نظیر کی غزلوں اور بطورِ خاص نظموں میں عورت کے اس عکس کو ایک ذرا مختلف انداز میں ابھرتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے۔ خیالی محبوبہ اور مجہول سیمیں تن کے بجائے نظیرؔ کے ہاں ایک گوشت پوست کی مکمل عورت ابھرتی دکھائی دیتی ہے۔ یہ عورت اپنی اصل کے اعتبار سے ہندوستانی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے مسائل ہندوستانی عورت کے مسائل ہیں اور اس کا حسن بھی ہندوستانی وصف لئے ہوئے ہے۔ نظیرؔ نے اپنی شاعری میں ہر دو پہلو کو مدِ نظر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری پڑھتے ہوئے مقامی ہندوستانی عورت کے حسن، مسائل اور جذبات واحساسات سے بیک وقت آگہی ملتی ہے۔

حوالہ جات :

۱۔ عبدالمومن الفاروقی، مقدمہ کلیاتِ نظیر، ص ۵۶
۲۔ نظیرؔ اکبرآبادی، 'پری کا سراپا'۔ کلیاتِ نظیرؔ، ص ۷۵۲
۳۔ عبدالمومن الفاروقی، مقدمہ کلیاتِ نظیرؔ، ص ۵۶

By
Dr. Ansari Masood Akhtar Jamal Ahmed
Asst. Professor & Head Dept. of Urdu
MSS's Ankushrao Tope College, Jalna (M.S.)
e-mail ID : nadvimasood@gmail.com

☆ ☆ ☆